

داعی کی صفات

سید ابوالاعلیٰ مودودی ”

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَهَلِينَ – وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نُزُغٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْمٌ – إِنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا إِذَا مَسَّهُمْ طَعْفٌ مِّنَ الشَّيْطَنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ – (الاعراف : ۲۰۱۹۹)

اے بنی اسریٰ! درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معرفت کی تلقین کیے جاؤ، اور جاہلوں سے نہ ابھو۔ اگر کبھی شیطان تمھیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سنئے اور جانئے والا ہے۔ حقیقت میں جو لوگ متqi ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بر اخیال اگر انھیں پھوپھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکے ہو جاتے ہیں اور پھر انھیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے۔

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تسلیخ اور بدایت و اصلاح کی حکمت کے چند اہم نکات بتائے گئے ہیں اور مقصود صرف حضور ہی کو تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ حضور کے ذریعے سے ان سب لوگوں کو یہی حکمت سکھانا ہے جو حضور کے قائم مقام بن کر دنیا کا سید ہی راہ دکھانے کے لیے انھیں۔ ان نکات کو سلسلہ وار دیکھنا چاہیے:

۱- داعی حق کے لیے جو صفات سب سے زیادہ ضروری ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے نرم خُو، متحمل اور عالیٰ ظرف ہونا چاہیے۔ اس کو اپنے ساتھیوں کے لیے شفیق، عامۃ الناس کے لیے رحیم اور اپنے مخالفوں کے لیے حلیم ہونا چاہیے۔ اس کو اپنے رفقا کی کمزوریوں کو بھی برداشت کرنا چاہیے اور اپنے مخالفین کی خنثیوں کو بھی۔ اسے شدید سے شدید اشتعال انگیز موقع پر بھی اپنے مزاج کو مختندا رکھنا چاہیے، نہایت ناگوار بالتوں کو بھی عالیٰ ظرفی کے ساتھ مال دینا چاہیے، مخالفوں کی طرف سے کمی ہی سخت کلامی، بہتان تراشی، ایذ ارسانی اور شریانہ مراجحت کا اظہار ہو، اس کو درگزر ہی سے کام لینا چاہیے۔ سخت گیری، درشت خوبی، تلغی غفاری، اور منتهانہ اشتعال طبع اس کام کے لیے زہر کا حکم رکھتا

ہے اور اس سے کام بگزتا ہے، بتا نہیں ہے۔ اسی چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ ”غضب اور رضا“ دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کوں، ”جو مجھ سے کئے میں اس سے جزوں،“ جو مجھے میرے حق سے محروم کرے، ”میں اسے اس کا حق دون،“ جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کر دوں۔“ اور اسی چیز کی ہدایت آپ ان لوگوں کو کرتے تھے جنہیں آپ دین کے کام پر اپنی طرف سے بھیتے تھے کہ پشروا ولا تفرو وا پیسروا ولا تھسروا، یعنی جہاں تم جاؤ وہاں تمہاری آمد لوگوں کے لیے مژدہ جانفرزا ہونہ کہ باعث نفتر، اور لوگوں کے لیے تم سولت کے موجب ہونہ کہ خیگی و سختی کے۔ اور اسی چیز کی تعریف اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمائی ہے کہ فَيَمَا رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ نِعْمَةٌ لَهُمْ وَلَنْ يَكُنْ فَطَاغَيْلِطُ الْقُلُوبُ لَانْفَضُوا مِنْ حُوَلِكَ یعنی یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم ہو ورنہ اگر تم درشت خو اور سگ دل ہوتے تو یہ سب لوگ تمہارے گرد پیش سے چھٹ جاتے۔ (آل عمران: ۲: ۱۵۹)

۲۔ دعوت حق کی کامیابی کا گریہ ہے کہ آدمی فلسفہ طرازی اور دیقانی سمجھی کے بجائے لوگوں کو معروف یعنی ان سیدھی اور صاف بھلاکیوں کی تلقین کرے جنہیں بالعموم سارے ہی انسان بھلا جانتے ہیں یا جن کی بھلاکی کو سمجھنے کے لیے وہ عقل عام (common sense) کافی ہوتی ہے جو ہر انسان کو حاصل ہے۔ اس طرح داعی حق کی اپیل عوام و خواص سب کو متاثر کرتی ہے اور ہر سامع کے کان سے دل تک پہنچنے کی راہ آپ نکال لیتی ہے۔ ایسی معروف دعوت کے خلاف جو لوگ شورش برپا کرتے ہیں وہ خود اپنی ناکامی اور اس دعوت کی کامیابی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ کیونکہ عام انسان، خواہ وہ کتنے ہی تقصبات میں بتلا ہوں، جب یہ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف ایک شریف النفس اور بلند اخلاق انسان ہے جو سیدھی سیدھی بھلاکیوں کی دعوت دے رہا ہے اور دوسری طرف بہت سے لوگ اس کی مخالفت میں ہر قسم کی اخلاق و انسانیت سے گری ہوئی تدبیریں استعمال کر رہے ہیں، تو رفتہ رفتہ ان کے دل خود بخود مخالفین حق سے پھرتے اور زادی حق کی طرف متوجہ ہوتے چلتے ہیں، یہاں تک کہ آخر کار میدان مقابلہ میں صرف وہ لوگ رہ جاتے ہیں جن کے ذاتی مفاد نظام باطل کے قیام ہی سے وابستہ ہوں، یا پھر جن کے دلوں میں تقلید اسلام اور جاہلنا تھعیبات نے کسی روشنی کے قبول کرنے کی صلاحیت باقی ہی نہ چھوڑی ہو۔ یہی وہ حکمت تھی جس کی بدلت نبی ﷺ کو عرب میں کامیابی حاصل ہوئی اور پھر آپ کے بعد تھوڑی ہی مدت میں اسلام کا سیلاپ قریب کے مکون پر اس طرح پھیل گیا کہ کہیں سونی صدی اور کہیں ۸۰۰ فی صدی باشندے مسلمان ہو گئے۔

۳۔ اس دعوت کے کام میں جہاں یہ بات ضروری ہے کہ طالبین خیر کو معروف کی تلقین کی جائے

وہاں یہ بات بھی اتنی ہی ضروری ہے کہ جامیلوں سے نہ الجھا جائے خواہ وہ الجھنے اور الجھانے کی کتنی ہی کوشش کریں۔ داعی کو اس معاملے میں سخت محتاط ہونا چاہیے کہ اس کا خطاب صرف ان لوگوں سے رہے جو مقولیت کے ساتھ بات کو بخشنے کے لیے تیار ہوں اور جب کوئی شخص جمالت پر اتر آئے اور جھٹ بازی، جھگڑا لوپن اور طعن و تشقیع شروع کر دے تو داعی کو اس کا خریف بننے سے انکار کر دینا چاہیے۔ اس لیے کہ اس جھگڑے میں الجھنے کا حاصل کچھ نہیں ہے اور نقصان یہ ہے کہ داعی کی جس قوت کو اشاعت دعوت اور اصلاح نفوس میں خرچ ہونا چاہیے وہ اس فضول کام میں ضائع ہو جاتی ہے۔

۲۔ نمبر ۳ میں جو ہدایت کی گئی ہے، اسی کے سلسلے میں مزید ہدایت یہ ہے کہ جب کبھی داعی حق مخالفین کے ظلم اور ان کی شرارتوں اور ان کے جاہلہ اعترافات والزمات پر اپنی طبیعت میں اشتغال محسوس کرے تو اسے فواؤ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نرغ شیطانی (یعنی شیطان کی اکساحث) ہے اور اسی وقت خدا سے پناہ مانگنی چاہیے کہ اپنے بندے کو اس جوش میں بہ نکلنے سے بچائے اور ایسا بے قابو نہ ہونے دے کہ اس سے دعوت حق کو نقصان پہنچانے والی کوئی حرکت سرزد ہو جائے۔ دعوت حق کا کام بہر حال ٹھنڈے دل سے ہی ہو سکتا ہے اور وہی قدم صحیح اٹھ سکتا ہے جو جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں بلکہ موقع محل کو دیکھ کر، خوب سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔ لیکن شیطان، جو اس کام کو فروغ پاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھ سکتا، ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اپنے بھائی بندوں سے داعی حق پر طرح طرح کے جھلے کرائے، اور پھر ہر جملے پر داعی حق کو اکسائے کہ اس جھلے کا جواب تو ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اپیل جو شیطان داعی کے نفس سے کرتا ہے، اکثر بڑی بڑی پر فریب تاویلیوں اور نہ ہی اصطلاحوں کے خلاف میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے، لیکن اس کی تھیں بجز نفاسیت کے اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی لیے آخری دو آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ مقنی (یعنی خدا ترس اور بدی سے بچنے کے خواہشند) ہیں وہ تو اپنے نفس میں کسی شیطانی تحریک کا اثر اور کسی برے خیال کی کھنک محسوس کرتے ہیں فواؤ چوکے ہو جاتے ہیں اور پھر انھیں صاف نظر آ جاتا ہے کہ اس موقع پر دعوت دین کامفاڈ کس طرز عمل کے اختیار کرنے میں ہے اور حق پرستی کا تقاضا کیا ہے۔ رہے وہ لوگ جن کے کام میں نفاسیت کی لاگ لگی ہوئی ہے اور اس وجہ سے جن کا شیاطین کے ساتھ بھائی چارے کا تعلق ہے، تو وہ شیطانی تحریک کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے اور اس سے مغلوب ہو کر غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ پھر جس جس وادی میں شیطان چاہتا ہے انھیں لیے پھرتا ہے اور کہیں جا کر ان کے قدم نہیں رکتے۔ خلاف کی ہر گالی کے جواب میں ان کے پاس گالی اور ہر چال کے جواب میں اس سے بڑھ کر چال موجود ہوتی ہے۔

اس ارشاد کا ایک عمومی محل بھی ہے اور وہ یہ کہ اہل تقویٰ کا طریقہ بالعموم اپنی زندگی میں غیر منقص لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ جو لوگ حقیقت میں خدا سے ذرنے والے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ برائی سے بچیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ برے خیال کا ایک ذرا سا غبار بھی اگر ان کے دل کو چھو جاتا ہے تو انھیں وسیٰ ہی کھنک محسوس ہونے لگتی ہے جیسی کھنک انگلی میں چھانس چھے جانے یا آنکھ میں کسی ذرے کے گر جانے سے محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ وہ برے خیالات، بری خواہشات اور بری نیتوں کے خواگر نہیں ہوتے اس وجہ سے یہ چیزیں ان کے لیے اسی طرح خلاف مزاج ہوتی ہیں جس طرح انگلی کے لیے چھانس یا آنکھ کے لیے ذرہ یا ایک نیس طبع اور صفائی پسند آدمی کے لیے کپڑوں پر سیاہی کا ایک داغ یا گندگی کی ایک چیخت۔ پھر جب یہ کھنک انھیں محسوس ہو جاتی ہے تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور ان کا ضمیرید ار بُو کر اس غبار شر کو اپنے اوپر سے جھاؤ دینے میں لگ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ نہ خدا سے ذرتے ہیں، نہ بدی سے بچنا چاہتے ہیں اور جن کی شیطان سے لاگ لگی ہوئی ہے، ان کے نفس میں برے خیالات، برے ارادے، برے مقاصد کپٹتے رہتے ہیں اور وہ ان گندی چیزوں سے کوئی اپراہت اپنے اندر محسوس نہیں کرتے، بالکل اسی طرح جیسے کسی دیگر میں سور کا گوشت پک رہا ہو اور وہ بے خبر ہو کہ اس کے اندر کیا پک رہا ہے، یا جیسے کسی بھنگی کا جسم اور اس کے کپڑے غلاظت میں لکھڑے ہوئے ہوں اور اسے کچھ احساس نہ ہو کہ وہ کن چیزوں میں آکرودہ ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۴)

امریکہ اور کینیڈا میں ترجمان القرآن حاصل کرنے کے خواہشمند
درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔ (ڈالرنی شمارہ)

UMAR ABDUL AZIZ

755- East 9 Street # B-6

Brooklyn, New York - 11230, USA

Ph: (718) 421-5428